تصوف اور تعمیر معاشرہ

روبی رضوی

ریسرچ اسکالر، شعبہ قرآن وسنہ

روحانیت اور تصوف کے بارے میں لوگوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ایک گروہ کا خیال ہے کہ کہ اکثر صوفیاء چونکہ اون کا لباس پہنتے تھے اس لیے لوگ ان کو صوفی کہتے تھے۔اون کو عربی میں صوف کہتے ہیں۔وہ لوگ یہ لباس اس لیے پہنتے تھے کہ صوف کا لباس پہنا اکثر نبیوں، ولیوں اور برگزیدہ ہستیوں کا معمول رہا ہے۔بعض حضرات کا خیال میں اصحاب صفہ کے ساتھ نسبت رکھنے کی وجہ سے یہ لوگ صوفی کہلاتے ہیں۔جبکہ ایک طبقے کا خیال ہے کہ صوفی صفاء سے مشتق ہے لیکن ان ساری تشریحات سے دل مطمیئن نہیں ہوتا۔ا(۱)

تصوف ایک ایسی طاقت ہے جس کو اختیار کرنے سے انسان نہ صرف اپنی زندگی اور دنیاوی مسائل پر قابو پالیتا ہے بلکہ معاشرے کو بہترین تعمیر میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔تصوف کا مطلب ہے اخلاق کی اصلاح اور باطن کی صفائی۔برصغیر ہندو پاک میں صوفیانہ اکرام نے تصوف اختیار کر کے اصلاح اور تعمیر میں شاندار کارنامے انجام دیئے جن میں خاص طور پر حضرت معین الدین چشتی، حضرت بہاالدین، حضرت علی بن عثمان ہجویری اور حضرت میاں میر لاہوری بھی شامل ہیں۔(۲)

صوفی کے دل اور دماغ سے تعصب، تنگ نظری، رنگ ونسل، فرقہ بندی قسم ک تمام خراب جذبات بالکل ختم ہو جاتے ہیں صوفی اللہ کی رضا کے خاطر بنی نوع انسان کی اصلاح میں ایک رول ماڈل بن جاتا ہے۔برصغیر میں اللہ کی طرف سے کوئی نبی نہیں آیا اس پورے علاقے میں صوفیانہ اکرام کی تعلیمات اور کردار نے ہی اسلام کو روشناس کیا ہے اور بہت بڑی تعداد میں یہاں کے لوگوں نے اسلام قبول کیا اور جو غیر مذہب بھی تھے انہوں نے بھی صوفیان کے تعلیمی کردار سے متاثر ہو کر معاشرے میں بہتری پیدا کی ہے۔

تعمیر معاشرہ نہ صرف علاقے کی ترقی کے لیے فائدے مند رہا ہے بلکہ عوام الناس کی ذاتی زندگی میں سکون۔ محبت اور کامیابی کا بھی ضامن ہے یہ ہی وجہ ہے کہ تصوف اور صوفی ازم نے دنیا میں امن اور بھائی چارے کی فضا قائم کی ہے۔

آج کے دور میں انسان نے اپنی حیات کو مقصدیت سے ہمکنار کرنے کی جدوجہد میں ذاتی مفاد کی خاطر ہر غلط کام کو اختیار کرلیا ہے جو ہر طرح سے معاشرے کے لیے نقصان دہ ہے۔ اگر ہم اپنے اردگرد دیکھیں تو ہم کو معاشرے میں ایسے لاتعداد افراد ملینگے جنھوں نے ذاتی عیش وعشرت، مال ودولت اور مادی آسائشوں کے حصول کو ہی اپنا مقصد بنالیا ہے مگر جب وہ اس دنیا سے کسمپرسی کی حالت میں رخصت ہوتے ہیں تو اپنے ساتھ گناہوں کا ایک پلندہ بھی لے جاتے ہیں جس کا جواب خالق حقیقی کے سامنے ان کو دینا ہوگا جو جہنم اور عذاب کا ان کے لیے سبب بنے گا۔ (۳)

تصوف کے اصلاحی معنی دراصل "نفس کا تزکیہ" ہے۔ تصوف اس جذبہ اخلاق کا نام ہے جو ضمیر سے متعلق ہے اور ضمیر نور باطن ہے۔ صوفی اللہ کے معرفت سوچتا ہے اسکی گفتگو کا محور اللہ ہوتا ہے وہ اللہ کے ساتھ جیتا ہے اور اللہ کے نام سے مرتا ہے اسی کا کلمہ پڑھتا ہے اور اسی کے گن گاتا ہے۔ اور اسی کے عشق میں ڈوبا رہتا ہے۔

ترک دنیا

صوفی روحانی صلاحیت اور باطنی استعداد کو متحرک کرنے کے لیے جب خانقاہ میں داخل ہوتا ہے۔ چند سال تک خانقاہ کے ہاسٹل میں رہتا ہے تو اسے مخالفین راہب اور تارک الدنیا کہتے ہیں۔ اور جب کوئی طالب علم دنیاوی علم حاصل کرنے کے لیے کارپینٹر کا کام سیکھنے کے لیے، ملازم حکمران کی اطاعت کے لیے، مزدور مزدوری کے لیے، اجیر فیکٹری میں کام کرنے کے لیے جب سالہا سال گھر اور وطن سے دور رہتا ہے تو کوئی نہیں کہتا یہ تارک الدنیا ہے۔ کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ راہب ہے۔

تصوف مذہب کی روح ہے اور اسلام کے اصولوں پر اس کی تدوین ہوئی ہے۔ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے دوسرے علوم کی طرح روحانی طالب علم شب وروز محنت کر کے، وقت لگا کر یہ علم سیکھتا ہے اور جب علم کی تکمیل ہو جاتی ہے تو گوشہ نشینی یا ہوسٹل کی رہائش ترک کر دیتا ہے۔ اور دنیا کے سارے کام پورے کرتا ہے۔ سالکین کے اوپر یہ الزام ہے کہ وہ تارک الدنیا ہوتے ہیں۔

تصوف ایک ایسا School of Thought جس میں انسان کو انبیاء علیہ السلام کی طرز فکر نظر آتی ہے وہ زندگی کے ہر معاملے میں اللہ کو پکارتا ہے۔ اور اللہ اور اسکو قریب تر ہونے کی آرزو کرتا ہے (۴)۔

جدید دور میں ہمیں تصوف کی بے حد ضرورت ہے اور معاشرے میں آجکل جو بے چینی اور پریشانی نظر آتی ہے وہ صوفیانہ اکرام کی تعلیمات کو سامنے رکھ کر اور اپنے کردار کی اصلاح کر کے ہم ان تمام مسائل پر قابو پا سکتے ہیں اس طرح نہ صرف ہم اپنے لیے سکون اور کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ بلکہ معاشرے کی اصلاح میں بھی اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اور دنیاوی اور آخرت کی زندگی میں بھی سرخرو ہو سکتے ہیں۔

اسلامی علوم کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اول فقہ، دائم تصوف اور سوئم فلسفہ فقہ ظاہری احکام کی تفصیل پیش کرتا ہے۔ تصوف ان ظاہری احکام کی باطنی کیفیت کو اجاگر کرتا ہے اور فلسفہ ان احکام کے صحیح اور درست ہونے کے دلائل فراہم کرتا ہے۔ یہ تینوں علیحدہ علیحدہ علوم ہیں مگر سر دست ہم تصوف کے تعلق سے کچھ عرض کریں گے۔

اصلاح معاشرہ، باطن کے بدلنے سے ممکن ہے اور باطن کی تبدیلی یا باطن میں بہتری تصوف سے آتی ہے ہم جسے عرضی زبان میں تصوف کہہ رہے ہیں۔ حدیث جبرائیل میں اسے احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تصوف میں بیعت کا عمل بہت ضروری سمجھا جاتا ہے اور اسکی اصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے چند اقسام کی بیعت لی ہے۔ کبھی کسی فعل کے کرنے پر کبھی مصنوعات شرعیہ کے ترک کرنے پر کبھی کسی شخص خاص کی کبھی مردوں سے کبھی عورتوں سے کچھ مہاجروں سے کہ ہم کسی سے کچھ وہ مانگیں گے منجملہ اختتام بعیت خلافت بھی ایک بیعت اسلام بھی ہے اور ایک بیعت تقوی بھی ہے۔(۵)

صوفی کے دل ودماغ سے تعصب، تنگ نظری، فطرت، حقارت امتیاز رنگ ونسل، فرقہ بندی گروہ بندی، بیجا پاس وری اور ناحق کوشش یا باطل پسندی کے جذبات بالکل مٹ جاتے ہیں اس لیے وہ کسی آزار نہیں پہنچا سکتا اس سے کسی کو رنج نہیں پہنچ سکتا انسان تو انسان ہے۔ وہ تو حیوانات پر بھی رحم کرتا ہے۔(۶)

تصوف کے موضوعات میں عام طور پر بہت زیادہ تنوع نہیں ہے۔ جس طرح فکر اسلامی کے اس کے توام فقہ کے مخصوص عنوانات ہیں۔ جن کے تحت ہی اس کی کتابوں پر گفتگو کی جاتی ہے۔ اپنی ترجیحات میں تصوف کا معاملہ سے مختلف نہیں ہے۔ عقائد میں استحضار کی کیفیت، رسول خدا ﷺ کی شدید محبت اور عبادت میں ایک خاص طرح کی گہرائی اور انہماک کی اپنی بنیادیں خصوصیات کے ساتھ خدمت خلق اور حسن اخلاق وغیرہ کے پہلو بہ پہلو زہد و مجاہدہ اور فقر و توکل وغیرہ تصوف کے مخصوص موضوعات ہیں صوفیہ کے نزدیک توکل وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر ایک صوفی اسباب وعلائق سے بے بنیاد ہو جاتا ہے اور وہ اللہ کی مرضی پر اپنے آپ کو چھوڑ دیتا ہے۔ رزق کی فکر اور تلاش معاش کا خیال اس کے دل سے یک لخت نکل جاتا ہے اور وہ اپنی کشتی حیات کو تقدیر کے حوالے کرتا ہے توکل کا یہ تصور صرف رزق تک محدود نہیں ہے بلکہ ہر اس چیز اور عمل میں اپنے ارادہ سے دست بردار ہونا ہے جس سے انسانی کوششوں کا کسی نہ کسی حد تک تعلق ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے تصوف سعی تدبیر سے سبکدوشی کے مترادف ہے لیکن آگے چل کر توکل ایک ایسی نازک صورت اختیار کر لیتا ہے جس میں مادی اسباب وعلائق کی ہی نہیں بلکہ روحانی اور اخروی نعمتوں کی بھی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ جس بنیاد پر تصوف کی عمارت اٹھائی جاتی ہے وہ خدا کی طرف سے براہ راست علم حاصل ہونے کا عقیدہ ہے۔(۷)

تاریخ شاہد ہے کہ ان مذاہب میں تصوف کا نظریہ اور مسلک ماند پڑتا گیا اور مسلمانوں کے ہاں اس سے بھی

زیادہ برق رفتاری کے ساتھ ابھرتا گیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ رفتہ رفتہ اور بھی بہت سے غیر قرآنی عقائد نظریات، مسالک اور مشارب اسلام کا جزو بنتے گئے۔ لیکن جو ہمہ گیریت تصوف کو حاصل ہوئی اس کی کہی مثال نہیں ملتی۔

اہل تصوف کے نزدیک حضور قلب کے ساتھ قرآن سننا شرط ہے، مشہور صوفی شیخ ابوسعید الخزراء کہتے ہیں کہ قرآن سننے کے تین درجے ہیں پہلا درجہ یہ ہے کہ سننے والا یہ خیال کرے کہ وہ اسے رسول اللہ سے سن رہا ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ سننے والا اسے حضرت جبرئیل سے سن رہا ہے اور وہ حضرت جبرئیل نبی کریم کو سنا رہے ہیں۔ قرآن کی سماعت کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ کہ سننے والا گویا اسے حق تعالی سے سن رہا ہے۔ شیخ موصوف نے قرآن کی سماعت کے درجات خود قرآنی آیات سے اخذ کیے ہیں۔

اہل تصوف نے عالمگیر اخوت، مساوات اور بھائی چارے کو سبق دیا اور اختلاف وتفریق کو ہوا دینے کے بجائے خلوص، دردمندی محبت ورمودت کے چراغ روشن کیے۔ انہوں نے اپنے حسن اخلاق اور اعلی ظرفی سے بعض اوقات ایسے دلوں کو زندگی بخشی جو انسانی دوستی سے خالی ہو کر بالکل ویران ہو چکے تھے، انہوں نے لق ودق صحراوں، فلک بوس پہاڑوں، بے کراں سمندروں اور بنجر زمینوں کو عبور کر کے اشاعت دین کی وہ تابناک روایات قائم کی جو ہماری ملی تاریخ کا ایک روشن اور ناقابل فراموش باب بن چکی ہیں۔ (۸)

حوالہ جات

۱۔ احسان تصوف (خواجہ شمس الدین عظیمی) صفحہ نمبر (۱)

۲۔ مطالعہ تصوف (قرآن وسنت کی روشنی میں) صفحہ نمبر ۳۴۲

۳۔ تصوف کی اصل حقیقت قاضی قدیر الدین صفحہ نمبر ۱۴

۴۔ تصوف کی اصل حقیقت قاضی قدیر الدین صفحہ نمبر ۱۵

۵۔ تصوف وسلوک، حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد، صفحہ نمبر ۱۷۲

۶۔ مطالعہ تصوف (قرآن کی روشنی میں) صفحہ نمبر ۳۳۰

۷۔ تصوف کی اصل حقیقت قاضی قدیر الدین صفحہ نمبر

۸۔ تصوف وسلوک، حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد، صفحہ نمبر ۱۴۵